☆ ڈاکٹر محمد امین

شاہ ولی اللہؒ اور علم النفس

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مظفر نگر (بھارت) میں ۴ شوال ۱۱۱۴ھ / ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء کو مولانا عبدالرحیم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو مشہور عالم دین اور صوفی تھے۔ انہوں نے آپ کا نام قطب الدین احمد بربنائے بشارت رکھا لیکن ولی اللہ کا لاحقہ تو مشہور ہو گیا اور اصل نام غیر معروف رہا۔ وہ فاروقی النسل تھے (۱)۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھا دیے گئے اور قرآن کی تعلیم سے آغاز ہوا۔ ساتویں سال آپ نے قرآن حفظ کر لیا اور عربی فارسی کی تعلیم شروع کی۔ اسی سال والد ماجد نے آپ کو نماز روزہ شروع کرا دیا اور ان کی پابندی کی تلقین کی۔ دس سال کی عمر کو پہنچنے تک عربی فارسی میں مہارت پیدا کر لی اور چودہ سال کی عمر تک اس زمانے کے مروج علوم تفسیر، حدیث، فقہ و اصول فقہ، لغت، ادب، کلام، معانی، منطق، فلسفہ، تصوف اور طب وغیرہ سے سند فراغت بلکہ اجازت تدریس حاصل کر لی (۲)۔ قرآن مجید کا سادہ ترجمہ بھی والد محترم سے پڑھا اور اس پر غور و فکر کا طریقہ بھی سیکھا۔ چودہ برس کی عمر ہی میں والد ماجد نے آپ کی شادی کر دی (اس عجلت کی وجہ یا حکمت شاہ صاحب نے بعد میں اپنی خود نوشت میں بتائی کہ اس کے فوراً بعد ان کے بہت سے ددھیالی اور سسرالی اعزہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے بلکہ خود آپ کے والد ماجد بھی جلد ہی (تین سال بعد ۱۱۳۱ھ میں) عالم آخرت کو سدھار گئے لہذا والد کا شادی میں عجلت کرنا شائد اشارہ غیبی کی بناء پر تھا کہ اپنی حیات میں اس فریضے سے عہدہ برآ ہو جائیں اور یہ خوشی دیکھ لیں) (۳)۔ شادی کے بعد شیخ عبدالرحیم آپ کی روحانی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور نقشبندی طریقے کے مطابق آپ کو سلوک کی منازل طے کروائیں۔

والد کی وفات کے بعد آپ بارہ برس تک دہلی میں درس دیتے رہے۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں کے شیوخ سے کتب حدیث پڑھیں۔ جب طلبہ کی تعداد بڑھ

☆ دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

گئی تو فرمانروائے ہند محمد شاہ نے ایک وسیع حویلی دہلی کے کوچہ جیلان میں آپ کے حوالے کر دی (۴)- حرمین سے واپسی پر آپ نے تدریس دیگر اساتذہ کے سپرد کی' خاندانی ذریعہ معاش طبابت بھی ترک کر دیا اور اپنا سارا وقت تصنیف و تالیف میں صرف کرنے لگے- اگرچہ آپ کا زمانہ سیاسی' سماجی اور اخلاقی ہر لحاظ سے نہایت ابتری' پستی اور خلفشار کا زمانہ تھا لیکن اس کے باوجود اس عہد زوال میں آپ جیسی بلند و بالا شخصیت کا ظہور ایک کرشمہ الہی ہی کہا جا سکتا ہے- آپ کی علمی فتوحات اور کارناموں کا اجمالی ذکر بھی ایک دفتر کا متقاضی ہے لیکن تفصیل میں جانا چونکہ ہمارے پیش نظر نہیں لہذا ہم ان کے کارناموں کی طرف محض اشارہ کر کے آگے بڑھ جائیں گے-

اولاً: احکام کے مصالح اور شریعت کے اسرار کی توضیح میں ان کا کوئی ثانی نہیں- انہی کا جاری کردہ سلسلہ تدریس و دعوت تھا جس نے مسلمانوں میں نئے سرے سے دینی فہم کا صحیح ذوق پیدا کیا اور ان کے بعد برصغیر میں اشاعت دین کے جتنے بھی سلسلے جاری ہوئے ان میں سے اکثر شاہ صاحب ہی کے فیضان سے بہرہ یاب ہوئے- قرآن حکیم کے ترجمے اور حدیث رسولؐ کی تعلیم انہی کی وجہ سے عام ہوئی- ثانیاً: انہوں نے مسلمانوں کے مختلف علمی اور فقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل میں الجھے رہنے کی بجائے انہیں متفق علیہ مسائل کی طرف مائل کیا- تطبیق ان کا خاص فن ہے- انہوں نے فرقہ وارانہ نزاعات میں غلو و تعصب کو مٹانے کی کوشش کی اور یونانی فلسفے کی بجائے دانش ایمانی کو رواج دیا (۵)- ثالثاً: انہوں نے تعلیمی نصاب کے پرانے ڈھانچے میں اصلاح و ترمیم کی اور اسے غیر ضروری معقولات اور نظری حشوں سے بڑی حد تک پاک کرنے کی کوشش کی- انہوں نے تجویز کیا کہ ابتداء میں قرآن حکیم کا ترجمہ (بغیر تفسیر کے) ضرور پڑھنا چاہیے اور حدیث کی تعلیم بھی سادہ طریقے سے بحث و تدقیق میں پڑے بغیر دینی چاہیے (۶)- رابعاً: انہوں نے صحیح حکمرانی کے اصول بیان کئے اور اسلامی نظام حکومت کی توضیح ایسے انداز میں کی جس سے حاکم و محکوم کے درمیان خوشگوار تعلقات استوار ہوں (۷)- خامساً: انہوں نے وقت کے حکمرانوں' امیروں' پیشہ وروں' لشکریوں' حکومتی عہدیداروں' علماء و صوفیاء اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور انہیں ان کی غلط روش کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی- امیر و غریب کے درمیان جس طبقاتی کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا اسے رفع کرنے کے لئے کتاب و سنت سے

اقتصادی اور معاشی نظریے پیش کئے (۸)-سادساً: تصنیفی، علمی اور تدریسی کاموں کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس طوائف الملوکی کے دور میں احیائے غلبہ اسلام کے لئے ممکن حد تک سیاسی خدمات سر انجام دیں چنانچہ مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے احمد شاہ کو بلانا اس سلسلے کا سب سے اہم واقعہ ہے (۹)- سابعاً: وہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے-ان کی عظیم القدر تصانیف آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کا مینار ہیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے: (۱۰)

علوم القرآن: فتح الرحمان (فارسی ترجمہ قرآن)' الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی)' فتح الخبیر بما لا بد من حفظه فی علم التفسیر (عربی)' تاویل فی رموز قصص الانبیاء والمرسلین-

علوم الحدیث: المصفیٰ والمسویٰ (عربی و فارسی)' موطا امام مالک کا ترجمہ و تحشی' شرح تراجم ابواب بخاری (عربی)- تراجم بخاری (عربی)- الارشاد إلی مہمات علم الاسناد (عربی)-الاربعین (عربی)-الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامینؐ (عربی) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر (عربی)-الدر الثمین فی مبشرات النبی الامینؐ-

حجۃ اللہ البالغہ (عربی): اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور عظیم کتاب جو بیک وقت اسرار شریعت' فقہ' حدیث' تصوف' عقائد و عبادات' معاملات و مناکحات' تدبیر منزل و مملکت' اخلاق و معاشرت اور تمدن و معیشت کے مباحث کا احاطہ کرتی ہے-

اصول فقہ: الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (عربی)' عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (عربی)

عقائد و کلام: ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء (فارسی) اسلام کے اصول عمرانی اور نظریہ سیاست پر ایک مبسوط کتاب)- قره العین فی تفضیل الشیخین- حسن العقیده (عربی)' تحفة الموحدین (فارسی)

تصوف: الطاف القدس (فارسی)- ہمعات (فارسی)- سطعات (فارسی)- القول الجمیل فی سواء السبیل (عربی) - فیوض الحرمین (عربی)-لمعات (فارسی)-

سیرت و تاریخ : الاطیب النغم فی مدح سید العرب والعجمؐ (عربی) نعتیہ قصائد- سرور المحزون فی سیرۃ النبی المامونؐ (فارسی) انفاس العارفین- التفہیمات الالھیہ (عربی و فارسی)- مقالہ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ، رسالہ دانشمندی (طرق تدریس و مطالعہ پر)-

شاہ صاحب کی اکثر کتابوں کے اردو اور بعض کے انگریزی تراجم ہو چکے ہیں بعض کی شروح بھی منظر عام پر آچکی ہیں- بر صغیر پاک و ہند میں کئی ادارے شاہ صاحب کے افکار کو عام کرنے میں مصروف ہیں- اس طرح فکر ولی الہی علم و فکر کی دنیا میں اپنا مقام بنا چکی ہے (۱۱)- شاہ صاحب کی سوانح کے اس سرسری مطالعے کے بعد اب ہم شاہ صاحب کے نفسیاتی افکار کی طرف آتے ہیں-

شاہ ولی اللہ اور علم النفس

شاہ صاحب نے براہ راست تو علم النفس پر کچھ نہیں لکھا لیکن تصوف و احسان اور اخلاقی و کلامی مباحث میں ان کے ہاں ایسے افکار موجود ہیں جنہیں آج کی زبان میں نفسیات سے متعلق کہا جا سکتا ہے اور جو خصوصاً ہمارے زیر بحث موضوع یعنی تعمیر سیرت اور تزکیہ نفس سے متعلق ہیں-

حقیقت نفس اور اصطلاحات اربعہ

شاہ صاحب عقل، قلب اور نفس کو لطائف ثلاثہ سے تعبیر کرتے ہیں (۱۲)- (لطائف جمع ہے لطیفہ کی جس کا مادہ لطف ہے (ان معنوں میں اردو میں لطیف کا لفظ مستعمل ہے) اور اہل تصوف لطیفہ غیر مادی اور لطیف شی کو کہتے ہیں جیسے روح) یہ لطائف ان کے نزدیک عناصر شخصیت ہیں اور انہی کی تہذیب و عدم تہذیب پر شخصیت کے سنورنے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے- روح کو اگرچہ وہ ان سے الگ رکھتے ہیں، اسے مبداء حیات سمجھتے ہیں اور اسے نسمہ اور روح انسانی دو قسموں میں شمار کرتے ہیں اور اس کا تعلق بھی تکوین و تعمیر شخصیت سے جوڑتے ہیں- آیئے دیکھیں کہ فکر ولی اللہ میں ان کی تفصیل کیا ہے-

عقل

یہ شاہ صاحب کے نزدیک سب سے اہم اور افضل لطیفہ ہے- جس کا کام تفکر و تدبر ہے- اور اسی لئے یہ حق و باطل کی میزان ہے- ان کی رائے میں " عقل اس چیز کا نام ہے جس سے ان حقائق و معارف کا ادراک ہوتا ہے جن کے ادراک سے حواس خمسہ قاصر رہتے ہیں" (۱۳)-

قلب

ان کے نزدیک جذبات وانفعالات کا مصدر ہے- ان کے الفاظ میں "قلب اس چیز کا نام ہے جو حب وبغض کا منبع ہے اور عزیمت وارادہ اور اختیار اسی سے صادر ہوتے ہیں-"(۱۴)-

نفس

دیگر صوفیاء کی طرح شاہ صاحب بھی نفس کو منبع شر سمجھتے ہیں- ان کے الفاظ میں "نفس اس چیز کا نام ہے جس میں مستلذات (لذت سے ہے یعنی وہ چیزیں جنہیں لذیز اور خوشگوار سمجھا جاتا ہے) از قسم مطاعم و مشارب ومناکح کی خواہش پیدا ہوتی ہے-" یہ اشارہ ہے بھوک اور جنس کی جبلتوں کی طرف (۱۵)-

لطائف ثلاثہ کا ثبوت

جیسا کہ ہر معاملے میں شاہ صاحب کا اسلوب ہے کہ وہ محض دعوی نہیں کرتے بلکہ اسے دلائل سے ثابت بھی کرتے ہیں اور اس کی حکمتوں اور مصالح کو بھی نمایاں کرتے ہیں- چنانچہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ عقل، قلب اور نفس محض وہمی تصورات نہیں بلکہ حقائق ہیں، انہوں نے چار طرح کے دلائل دیے ہیں-

۱- نقلی دلائل ۲- عقلی دلائل ۳- تجرباتی دلائل ۴- اجماع حکماء

نقلی دلائل(۱۶)

عقل کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے :

(ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون) (۱۷) "بے شک ان چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں-"

(وقالوا لوکنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر(۱۸) "اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم کچھ سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے-"

اور حدیث ہے :

"اول ما خلق اللّٰه تعالی العقل فقال له اقبل فاقبل' وقاله له ادبر فادبر فقال: بک أواخذ"(۱۹)	سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ سامنے ہو جاؤ تو وہ سامنے ہوئی اور جب اس سے کہا پیٹھ پھیر کر لوٹ جاؤ تو اس نے اس کی بھی تعمیل کی۔ اللہ تعالی نے فرمایا میں تجھ پر ہی مواخذہ کروں گا (یعنی تم ہی کو نیک و بد کا ذمہ دار قرار دوں گا)۔
"دین المرء عقله ومن لا عقل له لا دین له"(۲۰)	آدمی کا دین اس کی عقل ہے' جو عقل نہیں رکھتا وہ دین سے بے بہرہ ہے۔

ان احادیث کے ذکر کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ان احادیث کو اگرچہ محدثین قابل اعتماد نہیں سمجھتے لیکن یہ احادیث مختلف اسناد سے مروی ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں لہذا قابل قبول ہیں۔

قلب

"واعلموا ان اللّٰه یحول بین المرء و قلبه"(۲۲)	"اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔"
"ان فی ذلک ذکری لمن کان له قلب"(۲۳)	"بے شک اس میں بڑی عبرت ہے اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو......۔"

اور حدیث میں آتا ہے :

مثل القلب کریشة فی فلاة تقلبها الریاح ظهراً لبطن"(۲۴)	قلب کی مثال اس پر کی مانند ہے جو بیابان میں پڑا ہو جس کو ہوائیں ایک رُخ سے دوسرے رُخ بدلتی رہتی ہیں۔

نفس

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں :

"النفس تتمنی و تشتهی والفرج یصدق ذلک او یکذبه" (۲۵)

بے شک انسان کا نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور پھر اس کے اعضائے شہوانی (عملاً) اس کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں۔

عقلی دلائل

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسان کے جسم میں تین اعضائے رئیسہ ہیں اور ان تمام قوی اور افعال کا منبع جن کو انسان کی صورت نوعیہ کا اقتضاء کہا جاتا ہے یہی اعضائے ثلاثہ ہیں (یعنی دماغ، قلب اور جگر) چنانچہ جملہ قوائے ادراکیہ مثلاً متخیلہ اور وہم اور قوت متصرفہ جو متخیلات اور اوہام میں تصرف کرتی اور ان کے جوڑ توڑ میں لگی رہتی ہے اور قوت مدرکہ جو کسی نہ کسی طرح مجردات (یا محسوسات یعنی وہ چیزیں جن کو حواس خمسہ ظاہری کے ذریعے ادراک نہیں کیا جا سکتا) ان سب کا محل دماغ ہے۔ غضب، جرأت اور بزدلی، سخاوت اور کنجوسی، خوشنودی اور ناراضگی وغیرہ ایسی صفات ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اور ایسی چیزوں کی طلب جن پر انسان کے اپنے جسم کی بقاء یا اس کی نوع کی بقاء کا دارومدار ہے اس کا محل جگر ہے۔ اس اختصاص کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان اعضائے رئیسہ میں سے کسی میں مرض یا حادثہ کے بعد اختلال آجائے تو جن قویٰ اور صفات کا ان کو منبع قرار دیا گیا ہے ان میں اختلال آجاتا ہے۔ تاہم یہ ذہن میں رہے کہ ان میں سے ہر ایک قوت دوسرے کی اعانت کی محتاج ہے اور یہ باہم مل کر کام کرتی ہیں نہ کہ ہر قوت مستقل بالذات اپنا اپنا کام کرتی ہے (۲۶)۔

تجربی ثبوت

شاہ صاحب کے نزدیک ان لطائف ثلاثہ کا تجربی ثبوت (جس کا ہم مشاہدہ اور تجربہ کر سکتے ہیں) یہ ہے کہ ان قوتوں اور جبلتوں کی کمی بیشی (افراط و تفریط) کی وجہ سے انسانوں کے رویے اور افعال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں بلکہ ان قوتوں کی کمی بیشی کی بناء پر ہم حتمی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کا سلوک کیا ہوگا۔ شاہ صاحب نے اس حوالے سے انسان کی شخصیت کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔ ایک :

وہ جن کے قلب کو ان کے نفس پر پورا تسلط حاصل ہوتا ہے ایسا شخص آسانی سے قلبی خواہشات کے لئے نفسی لذائذ کی قربانی دے سکتا ہے-دوم : جس کے نفس کو اس کے قلب پر کامل اقتدار حاصل ہوتا ہے-ایسا شخص ہر قیمت پر نفسانی خواہشات کو پورا کرتا ہے-سوم :وہ شخص جس کی عقل اس کے قلب اور نفس پر غالب ہوتی ہے اس کی مثال وہ کامل الایمان مرد کامل ہے جس کے جذبات اور خواہشات حکم شرع کے تابع ہوتے ہیں- چہارم :وہ شخص جس پر رسم ورواج کی پابندی غالب ہوتی ہے(۲۷)

اجماع حکماء

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ تمام وہ اصحاب عقول جنہوں نے اپنی توجہ تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس پر مبذول کی ہے خواہ ان کا تعلق کسی مذہب اور ملت سے ہو'سب نے ان لطائف ثلاثہ کا اثبات کیا ہے یا کم از کم انہوں نے جن مقامات اور احوال کی تشریح کی ہے وہ انہی لطائف مذکورہ کے نتائج و ثمرات ہیں گو ان کے درمیان تسمیات میں اختلاف ہو جو قابل صرف نظر ہے(۲۸)-

متوازن تعمیر شخصیت کا انحصار لطائف ثلاثہ کی تہذیب پر ہے(۲۹)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ان لطائف ثلاثہ کا ایک تو طبعی اقتضاء ہے لیکن جب ان کی تہذیب کر لی جائے تو انسان شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انسان کامل کی صورت اختیار کر سکتا ہے- (یہ وہ چیز ہے جسے ہم آج کی اصطلاح میں متوازن تعمیر شخصیت کہہ سکتے ہیں)اس کی مثال دیتے ہوئے وہ عقل کے بارے میں کہتے ہیں کہ انسان کی عقل مقتضیات طبیعت بشریہ سے گھری رہتی ہے تو وہ انہی امور کی تصدیق پر مائل ہوتی ہے جو احوال طبعیہ سے مناسبت رکھتے ہوں لیکن جب اس کی تہذیب کر لی جائے تو پھر ان امور پر جن کے بارے میں شرع نے خبر دی ہے اس طرح یقین کرتی ہے گویا آدمی ان کو کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہو-اسی طرح عقل کا اقتضاء یہ ہے کہ جو واقعات بھی از قسم فضل وانعام یا تعذیب و انتقام ظہور میں آئیں وہ غور کر کے ہر ایک واقعہ کا سبب تلاش کرے اس لئے جب اس کی تہذیب کر لی جاتی ہے تو توحید اور توکل اور شکر اور رضا کے مقامات ظہور میں آتے ہیں-

اسی طرح فطری طور پر قلب کا اقتضاء یہ ہے کہ آدمی کو اپنے مربی اور منعم و محسن کے ساتھ محبت ہو اور جو کوئی اس سے روگردانی کرے اور اس سے دشمنی کرے اسے وہ مبغوض سمجھے اور اس سے نفرت کرے اور جو چیز اس کو اذیت پہنچاتی ہو اس سے خائف وہراساں رہے اور جو چیز اس کے لئے نافع

اور مفید ہے اس کا خواہاں اور جویاں رہے چنانچہ قلب کی اگر تہذیب کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عذاب سے خائف ہونا اور ثواب کے بارے میں پرامید رہنا ان صفات مذکورہ کی جگہ لے لیتے ہیں- یہی حال نفس کا ہے کہ اصل طبیعت کے لحاظ سے نفس امارہ کا غلو اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان شہوات نفسانی کے پورا کرنے میں پورے طور پر منہمک ہو نیز آرام طلبی کا بھی وہ خواہاں ہوتا ہے لیکن جب اس کی تہذیب کرلی جائے تو وہ تائب ہو کر زہد اختیار کرتا ہے اور آرام طلبی کی بجائے کوشش و جدوجہد اس کی صفت لازمہ بن جاتی ہے-

روح(۳۰)

شاہ صاحب کے نزدیک روح کے دو تصور ہیں یا یوں کہیے کہ روح کی دو قسمیں ہیں-ایک تو وہ روح جو بدنی اخلاط سے پیدا ہوتی ہے اور مبداء حیات ہے اسے وہ نسمہ یا روح ہوائی (روح حیوانی) کہتے ہیں-دوسرے وہ غیر مادی لطیفہ جسے وہ نفس ناطقہ یا روح انسانی یا روح ملکوتی کہتے ہیں-

نسمہ

سرسری نظر میں روح کی حقیقت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حیوانات کے لئے وہ ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے-جب تک کسی حیوان کے اندر روح ہے وہ چلتا پھرتا ہے اور اس سے اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں-جب روح اس سے رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے تمام حواس و قویٰ معطل ہو جاتے ہیں اور وہ مردہ کہلاتا ہے-در حقیقت جسم میں ایک لطیف بخار ہوتا ہے جو قلب کے اندر خلاصہ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے- قوائے حس و حرکت اور قوائے تغذیہ و تنمیہ کا وجود اور ان کے عمل کا قائم رہنا اس لطیف بخار کے وجود سے وابستہ ہے-اسے نسمہ کہتے ہیں- یہ وہ روح ہے جس میں طبیب تصرف کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بخار لطیف ایک مادی چیز ہے- تجربات نے اس چیز کی تصدیق کی ہے کہ اگر کسی مرض یا دوا کے کھانے سے اس بخار کی کیفیت میں فرق آجائے تو اعضاء کے افعال و قویٰ میں بھی اسی نسبت سے تغیر پیدا ہو جاتا ہے- یہ روح سارے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے جیسے پھول میں خوشبو یا دہکتے کوئلے میں آگ و حرارت-

روح انسانی

یہ ایک غیر مادی لطیف شے ہے جو نسمہ سے تعلق پیدا کرلیتی ہے بلکہ نسمہ کی حیثیت اس کے

لئے سواری کی ہے-شاہ صاحب اس امر کے ثبوت کے لئے کہ روح حقیقی بدن اور نسمہ دونوں سے الگ شے ہے یہ دلیل دیتے ہیں کہ وقت کے ساتھ بدن بھی بدل جاتا ہے اور نسمہ بھی- بچپن سے بڑھاپے تک انسان کے جسم اور شکل میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں (خلیات بدل جاتے ہیں) انسان کی صفات بھی بدل جاتی ہیں مثلاً پہلے جاہل تھا اب عالم ہو گیا لیکن بدن و اوصاف کی ان تبدیلیوں کے باوجود زید ۷ سال کی عمر میں زید ہوتا ہے اور ۷۰ سال کی عمر میں بھی زید ہی ہوتا ہے-جو چیز ان تغیرات کے باوجود زید کو زید ہی رکھتی ہے وہ روح حقیقی ہے جو ایک غیر مادی شے ہے (جسے آج کی اصطلاح میں شخصیت بھی کہا جاسکتا ہے)-

بدن، نسمہ اور روح حقیقی میں تعلق یہ ہے کہ بدن نسمہ کی سواری ہے اور نسمہ روح کی یعنی نسمہ بدن میں تصرف کرتا ہے اور روح نسمہ میں-بدن خالصتاً مادی شے ہے اور روح خالصتاً غیر مادی اور نسمہ ان دونوں کے بین بین ہے-بدن فنا ہو جاتا ہے لیکن نسمہ اور روح فنا نہیں ہوتے-نسمہ چونکہ انسانی افعال کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے اس لئے جزا و سزا اسی پر وارد ہوتے ہیں-

خیر و شر (ملکیت و بہیمیت) کے لحاظ سے انسانی شخصیت کی اقسام (۳۱)

یہ ایک بڑی دلچسپ اور دقیق بحث ہے جو شاہ صاحب کے ہاں پائی جاتی ہے-وہ کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کا منبع نسمہ ہے-جو ایک طرف مادہ (بدن) سے وابستہ ہے اور دوسری طرف غیر مادی (روح ملکوتی) سے-بدن کی احتیاجات مادی اور جسمانی ہیں اور وہ وہی ہیں جو دیگر حیوانات کی ہیں جن میں عقل کی بجائے نفس اور قلب کا غلبہ ہوتا ہے یعنی بنیادی جبلتوں (جیسے بھوک اور جنس) اور جذبات (مثلاً غصہ اور محبت وغیرہ) کا- دوسری طرف روح حقیقی ہے جو امر ربی ہے اس کے تقاضے جسمانی کی بجائے علوی اور ملکی ہیں- جن میں نفس اور قلب کی بجائے عقل کا غلبہ ہوتا ہے-نسمہ میں اوّل الذکر رجحان کو وہ بہیمیت (حیوانوں کی خصوصیات) اور دوسری کو ملکیت (فرشتوں جیسی خصوصیات) کہتے ہیں (عام زبان میں ہم خیر و شر کہہ سکتے ہیں)- بہیمیت اور ملکیت یا دوسرے لفظوں میں خیر و شر کی کیفیت (شدت میں کمی بیشی) اور کمیت (مقدار کے لحاظ سے کمی بیشی) کے لحاظ سے شاہ صاحب نے انسانوں کی آٹھ اقسام کی ہیں- پھر اس کمی بیشی سے ان کے اعمال و اخلاق میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے ظاہر کیا ہے- آیئے اس بحث کو ذرا تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں-

قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ

انسان میں دو طرح کی قوتیں یا استعدادیں موجود ہیں ایک قوت ملکیہ اور دوسری بہیمیہ- اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں موجود نسمہ روح ہوائی سے عبارت ہے یہ روح ہوائی (Pseudo Soul) جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور رد عمل سے پیدا ہوتی ہے ان سے بالاتر نفس ناطقہ جب نسمہ پر تصرف کر رہا ہوتا ہے تو یہ دو رجحان رکھتا ہے- ایک رجحان انسان کو بھوک' پیاس' شہوت' غضب' حسد' خوشی کے جبلی تقاضوں کی طرف مائل کر دیتا ہے کہ انسان' انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے- نفس ناطقہ کا دوسرا رجحان انسان کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے- اس حالت میں وہ حیوانی تقاضوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے- اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مادی کائنات سے ماوراء عالم تجرد سے اس پر انکشافات و سرور کا نزول ہوتا ہے- اس مقام پر الہامات کا فیضان ہوتا ہے- اگر یہ الہامات حقائق قدرت کے انکشافات سے متعلق ہوں تو ان سے دنیا میں علوم طبعیہ کی بنا پڑتی ہے- اگر یہ الہام کسی نئے نظام کو شروع کرنے اور اس کو رواج دینے سے متعلق ہوں تو وہ شخص جسے یہ الہامات ہوتے ہیں ان کاموں کو اسی طرح کرتا ہے گویا کہ وہ ان کے لئے اوپر سے معمور ہے اور خود اس کو ان کاموں کی خواہش نہیں-

نفس ناطقہ کے نسمہ پر تصرف سے دو رجحان پیدا ہوتے ہیں- علوی اور سفلی' جب انسان پر سفلی رجحانات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ سر تا پا حیوانیت اور بہیمیت کا پیکر بن جاتا ہے اور اس میں علویت اور ملکیت کا اثر باقی نہیں رہتا- علوی رجحان کے غلبہ پانے کی صورت میں انسان بالکل فرشتہ بن جاتا ہے اور اس میں بہیمیت سرے سے غائب ہو جاتی ہے- انسان کی یہی طبعی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے چند باتوں کے کرنے اور چند باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے اس معاملے میں چوپایوں اور فرشتوں کی طرح آزاد نہیں چھوڑا گیا- حقیقت یہ ہے کہ چوپائیوں میں اگر بہیمیت ہے تو سراسر بہیمیت ہی بہیمیت ہے اور وہ طبعی طور پر اس خاص بہیمیت کے تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہیں- اسی طرح فرشتے ملکیت ہی ملکیت ہیں اور ان میں بہیمیت کا شائبہ تک نہیں- لیکن ان دونوں کے برعکس انسان کا معاملہ ہے کہ وہ بیک وقت فرشتہ بھی ہے اور حیوان بھی- اس میں ملکیت کے رجحانات بھی ہیں اور حیوانیت کے تقاضے بھی-

قوت ملکیہ اور بہیمیہ میں کمی بیشی

ملکیت اور بہیمیت کی دونوں قوتیں تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں لیکن کسی انسان میں بہیمیت کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور ملکیت نسبتاً کم اور کسی میں اس کے برعکس بہیمیت کم پائی جاتی ہے اور ملکیت نسبتاً زیادہ- پھر قوت ملکیت کے بے شمار مدارج ہیں- اسی طرح بہیمیت کے لا تعداد درجات ہیں- بہیمیت اور ملکیت کا کہیں زیادہ اور کہیں کم پایا جانا اور کسی فرد میں ان کا ایک درجے میں اور کسی میں دوسرے درجے میں موجود ہونا یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان میں ایک استعداد ہوتی ہے اور دوسرے میں بالکل دوسری- چنانچہ اسی طرح بنی نوع انسان میں الگ الگ ستعدادیں پیدا ہوتی ہیں-

شاہ ولی اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملائکہ کی دو قسمیں ہیں- ملاء اعلی کے ملائکہ اور ملاء اسفل کے ملائکہ- اول الذکر اسماء الٰہی کے علوم میں رنگے ہوتے ہیں یہ ملائکہ نظام الٰہی' اصول و کلیات اور اس کی حکمت کا علم رکھتے ہیں- ملاء اسفل کے ملائکہ کا کام یہ ہے کہ جو احکام ان پر اوپر سے وارد ہوں انہیں بجالائیں اور الہام و احاطہ کے ذریعے دنیا کے معاملات یں تصرف کریں- ان ملائکہ کو احکام کی اصل مصلحت کا علم نہیں ہوتا ان میں ہر فرشتہ صرف اسی واقعہ کا ادراک کر سکتا ہے جو اس کی فطرت سے مناسبت رکھتا ہو-

ملائکہ کی طرح بہائم کی بھی دو قسمیں ہیں- ایک وہ جن کی قوت بہیمیت شدید ہوتی ہے دوسرے وہ جن کی بہیمیت ضعیف ہوتی ہے- مثال کے طور پر ایک نر کو لیجئے وہ صحیح مزاج لے کر پیدا ہوا' پھر اسے مناسب غذا ملتی رہی اسے کوئی ایسا عارضہ بھی لاحق نہ ہوا جس سے اس کے قوی میں خلل آتا- یہ نر جب اپنی بلوغت کو پہنچے گا تو ظاہر ہے کہ وہ عظیم الجثہ' بلند آواز اور قوی تر ہوگا- اپنے عزم و ارادہ میں بڑا باہمت اور غصے میں بڑا سخت ہوگا- اسے کبھی یہ گوارا نہ ہوگا کہ کوئی دوسرا نر اس پر غالب آجائے لیکن اگر یہ نر پیدائشی طور پر کمزور اور ناتواں ہو' اسے بعد میں مناسب تربیت بھی نہ ملے اور انہی حالات میں جوان ہو تو لازمی طور پر یہ نر اپنی جسمانی بناوٹ میں نیز اپنی عادات و اخلاق میں پہلے نر سے بالکل مختلف ہوگا-

اس مثال سے صاف ظاہر ہے کہ قوت بہیمیہ جب اپنے عروج کو پہنچتی ہے تو اس کے دو مظہر ہوتے ہیں ایک مظہر تو شدت عزم ہے دوسرا مظہر خَلق یعنی شکل و بناوٹ اور خُلق یعنی عادات و اخلاق

میں اس کا کامل ہونا ہے۔ بہیمیت کے پہلے مظہر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بہیمیت روح کے چہرے کے لئے اس طرح کا حجاب بن جاتی ہے کہ روح اس کے اندر چھپ جاتی ہے لیکن وہ بہیمیت میں یکسر فنا نہیں ہوتی۔ جب بہیمیت کا غلبہ کم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے شدت عزم میں تبدیلی آجاتی ہے تو روح کو بھی بقا نصیب ہوتی ہے۔ بہیمیت کے دوسرے مظہر کا اثر یہ ہے کہ بہیمیت اخلاق وعادات کی تکمیل میں صرف ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے نفس بغیر کسی شدت اور تندی کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح اولاً بہیمیت کی دو قسمیں ہوئیں ایک شدید اور دوسرے ضعیف۔ جب بہیمیت کمال پر ہوتی ہے تو اس سے دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ایک عزم وارادہ میں پختگی اور دوسرا جسمانی بناوٹ اور اخلاق وعادات کی تکمیل۔

انسانی شخصیت پر اس کمی بیشی کے اثرات (۳۲)

ملکی اور بہیمی قوت شدید یا ضعیف ہونے کے انسان پر شدید اثرات پڑتے ہیں۔ جس شخص میں قوت بہیمی بہت شدید ہو اسے سخت ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ شدید بہیمیت والے سے جو بھی آثار واعمال ظاہر ہوتے ہیں وہ اپنے اندر بڑی قوت رکھتے ہیں۔ اس شخص کی قوت ارتکاز انتہائی طور پر پرُ تاثر ہوتی ہے۔ جس شخص کی قوت بہیمی ضعیف ہو اسے سخت ریاضتوں کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ریاضتیں اس کے لئے باعث تشویش بنتی ہیں۔ اس شخص کو کثرت سے اور بہت عرصے تک ذکر کرنا چاہیے اس پر کمال کا دروازہ اسی طرح ہی کھل سکتا ہے۔ ضعیف بہیمیت والے سے جو کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ اتنی کم اہمیت رکھتی ہیں کہ ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ اور قوت ارتکاز عارضی اور معمولی نوعیت کی ہوتی ہے۔

جس شخص کی ملکی قوت شدید ہو وہ بڑے بڑے کمالات مثلاً نبوّت' فنا وبقا اور اسی طرح کے دوسرے بلند مرتبہ احوال ومقامات کا اہل ہوتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی کائنات سے ماورا عالم تجرد کے حالات کی خبر دیتا ہے۔ جس شخص میں ملکی قوت ضعیف ہو اس کی تمام تر کوششوں کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کر سکتا ہے۔ وہ اپنے سامنے ملکی انوار کو درخشاں دیکھتا ہے۔

قوت ملکیہ اور بہیمیہ میں توافق وعدم توافق

اس وضاحت کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر انسان میں ملکیت اور بہیمیت کی دو قوتیں

موجود ہیں۔ یہ دونوں قوتیں جب ایک فرد میں جمع ہوتی ہیں تو لازمی طور پر اس سے دو صورتیں پیدا ہوں گی۔ ایک صورت یہ ہے کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہم نزاع کی کیفیت رہے گی۔ اس کیفیت کو "تجاذب" کہتے ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہمی طور پر ہم آہنگی اور عدم نزاع کی کیفیت ہو۔ اس حالت کو "اصطلاح" کہا جاتا ہے۔ تجاذب کے معنی یہ ہیں کہ بہیمی قوت اپنے مخصوص تقاضوں کا اظہار کرے' ملکیت اپنے فطری' رجحانات کی طرف مائل ہو اور دونوں امتزاج اور ہم آہنگی سے عاری ہوں۔ تجاذب کی حالت میں اگر قوت بہیمیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان دنیاوی لذات میں منہمک ہونا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اس کا ملکیت کی طرف مطلقاً کوئی میلان نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اگر تجاذب کی حالت میں ملکیت غالب ہو تو انسان بہیمیت کے تمام رجحانات واعمال سے یکسر کنارہ کش ہو کر عالم جبروت کے رنگ میں رنگا جانا چاہتا ہے۔

"اصطلاح" سے مُراد یہ ہے کہ قوت ملکیہ اپنے طبعی تقاضوں اور اس قوت کے درجہ کمال سے قدرے نیچے اُترے۔ قوت بہیمیہ اپنی سفلی اور نامناسب خواہشات کو دبا کر ملکیت کی طرف ترقی کرے۔ یہ دونوں ایسے مقام پر باہم ملیں جس سے بہیمیت کو بھی مناسبت ہو اور جس کا ملکیت سے بھی تعلق ہو۔ اس ضمن میں بدنی عبادتیں' دعا و مناجات' عفت نفس' سخاوت' صحت مند بین الشخصی تعلقات' دوسروں کے حقوق پورے کرنا' سچے خواب دیکھنا' فہم و استدلال اور اس طرح کے دوسرے اعمال واحوال مفید ہوتے ہیں۔

انسانی شخصیت پر اس توافق وعدم توافق کے اثرات

جو فرد اہل اصطلاح میں سے ہوگا اس کی طبیعت کا عام انداز یہ ہے کہ اعضاء وجوارح کے اعمال اور دل ودماغ کے احوال میں بے حد مودب ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر حق شناسی کا جوہر رکھتا ہے۔ نیز وہ دین اور دنیا دونوں کے معاملات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور عام طور پر ایسے لوگوں میں قلق و اضطراب کی کیفیت نہیں ہوتی۔ دنیا میں شریعت اور احکام خداوندی کے سب سے زیادہ مطیع اہل اصطلاح ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن لوگوں میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے وہ خدا کی مقرر کردہ حدود اور اس کی حکمتوں کو جاننے والے ہوتے ہیں لیکن اہل اصطلاح میں جن کی ملکی قوت ضعیف ہو وہ محض ظاہری اعمال کو بجا لانے والے لوگ ہوتے ہیں اس ضمن میں بالواسطہ وہ شرعی احکام کی روح سے بھی

لذت یاب ہوتے ہیں۔

اہل اصطلاح میں سے وہ لوگ جن کی ملکی قوت شدید ہو وہ انبیاء کرام کے علوم حاصل کرنے کی استعداد رکھتے ہیں مثلاً ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ عبادت کے اسرار' سیاست کے رموز' گھر بار اور شہروں کے نظم و نسق کے اصولوں اور اخلاق و آداب کے اساسی مقاصد سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ حیات بعد الموت کا علم بھی رکھتے ہیں لیکن اگر ان کی ملکی قوت شدید نہ ہو تو خواہ وہ کتنی ریاضتیں کریں ان کو کرامات اور خوارق میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی' مگر اس میں شک نہیں کہ عبادات کے ضمن میں انہیں دعا و مناجات کی لذت ضرور محسوس ہوتی ہے۔ اس طبیعت کے لوگ احکام شریعت کے پابند ہوتے ہیں اور ان احکام کو بجالانے سے انہیں اطمینان اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔

اہل تجاذب اگر بہیمیت کے بندھنوں کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے ساتھ ان کی ملکی قوت بھی شدید ہو تو ان کی ذات خدا کے اسماء و صفات اور فنا و بقا کے مقامات کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ لیکن اگر ان میں ملکی قوت ضعیف ہو تو وہ شریعت میں سوائے ریاضتوں اور وظائف کے جن کا مقصود محض طبیعت کے بہیمی زور کو توڑنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں جانتے۔ اس قسم کے افراد کے لئے انتہا درجے کی مسرت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ قبولیت دعا' ارتکاز نفسی اور اس طرح کے دوسرے کمالات بھی ان کو حاصل ہوتے ہیں۔

جو شخص اہل تجاذب میں سے ہوتا ہے اسے معاملات دنیا سے کنارہ کشی کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس کی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی دنیا سے تجرد اختیار کرے۔ ایسے فرد کی طبیعت کا قدرتی میلان اس عالم چہار سو سے الگ ہونے اور اس سے نجات پانے کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص ایسے پرندے کی مانند ہے جسے قفس میں بند کر دیا گیا ہو۔ اہل تجاذب میں جس کی قوت بہیمی ضعیف ہو اگر وہ کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہو تو یہ میلان بھی شدت سے عاری ہوتا ہے۔ جس کی قوت بہیمی شدید ہوتی ہے اس کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب غالب ہوتا ہے۔ اہل تجاذب میں سے اگر کسی شخص میں بہیمی قوت انتہائی شدید ہو تو وہ اعلیٰ امور پر اپنی نگاہ رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا میں بہترین لوگ وہ ہیں جن میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے۔ اب اگر یہ شدید ملکی قوت والے اہل اصطلاح میں سے ہوں تو یہ قوموں کی قیادت اور امامت کے اہل ہوتے ہیں۔ اگر یہ

اہل تجاذب میں سے ہوں گے تو علم الہیات کی شرح و ترجمانی میں بڑی فصاحت کے حامل ہوں گے۔ وہ لوگ جن کی بہیمی قوت شدید ہوتی ہے وہ لوگوں کے رہنما بنتے ہیں اور لوگ بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی قوت بہیمیت ضعیف ہوتی ہے وہ گمنام زندگی بسر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شدید ملکی قوت والے انسان بہت کم پیدا ہوتے ہیں البتہ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ دنیا میں بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح شدید بہیمیت والے افراد اور بھی بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں اور جن کی بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو شدید ملکی اور بہیمی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں ان کی مثال اس آئینے کی سی ہے جو سخت تو ہوتا ہے لیکن انعکاسی صفت کا حامل ہوتا ہے۔ جن کی ملکی قوت مضبوط اور بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے ان کی مثال روئی کے اس گالے کی سی ہوتی ہے جس کو پانی میں بھگویا گیا ہو اور جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔

باقی وہ لوگ ہیں جن میں ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہوتی ہے ان کی مثال اس آئینے کی سی ہے جو اندرونی طور پر زنگ آلود ہے اگر سے صیقل کیا جائے تو تھوڑا تھوڑا چمکتا ہے لیکن کسی طرح بھی صورت کو منعکس کرنے کے قابل نہیں ہوتا لیکن اگر ان میں بہیمی قوت بھی کمزور ہے تو ان کی مثال اس بچے کی سی ہوگی جو بہترین تعلیم کے باوجود کسی چیز کو یاد کرنے اور اس کا احاطہ کرنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایسے بچے کو اشیاء اور ان کی صورتوں کو اپنی قوت متخیلہ میں جاگزیں کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ عالم تجرد کی کسی شکل و صورت کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔

انسانی شخصیت کی اقسام

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہے کہ ہر انسان میں قوت ملکیہ اور بہیمیہ کے ہونے اور بتفاوت شدید یا ضعیف ہونے اور پھر ان میں باہم توافق ہونے یا نہ ہونے کے سبب کئی طرح کی انسانی شخصیات ہو سکتی ہیں۔ تاہم ان کی آٹھ حتمی اقسام کی بنیاد پر تو کوئی فیصلے کئے جاسکتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے :

توافق (اصطلاح) کی حالت	عمومی رویے
۱- ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	یہ لوگ اعلیٰ درجے کے خدا پرست، بہادر اور شجاع ہوتے ہیں-
۲- ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	یہ بھی اعلیٰ درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے- البتہ علم اور تزکیے میں کامل ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی علم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں-
۳- ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	یہ درمیانے درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں لیکن بہادر اور شجاع ہوتے ہیں- ان کی اکثریت مجاہدین اور نمازیوں پر مشتمل ہوتی ہے-
۴- ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسے لوگ فرائض وغیرہ تو ادا کرتے ہیں لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے-

عدم توافق (تجاذب) کی حالت	عمومی رویے
۵- ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	ایسا شخص حساس طبیعت رکھتا ہے- اس پر اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے اور کسی اچانک واقعہ سے اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جاتا ہے جسے لوگ خارق عادت سمجھتے ہیں
۶- ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	ایسا شخص سلیم الفطرت ہوتا ہے گویا کہ مادر زاد ولی ہو- اس پر اچانک تبدیلی نہیں آتی بلکہ وہ بتدریج کمال کی طرف بڑھتا ہے-

۷- ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	ایسا شخص غیرت و حمیت اور دوسرے معاملات میں غیر معمولی جرات کا مظاہرہ کرتا ہے-
۸- ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسا شخص اگر اپنی استعداد کے مطابق کمال حاصل کر لے تو ترک دنیا پر مائل ہو گا لیکن حالات اور ماحول سازگار نہ ہونے کی صورت میں کمزوری اور ناتوانی کی بنا پر چیزوں سے دست بردار ہو جائے گا-

شاہ صاحب نے تجاذب اور اصطلاح کی بنیاد پر یہ جو شخصیت کی آٹھ اقسام بیان کی ہیں اس کے بے شمار فائدے ہیں :

(۱) شاہ صاحب نے شخصیت کی ان اقسام کے بعد ان کے رویوں اور سلوک کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس میں زیادہ تر ان کے پیش نظر دینی زندگی خصوصاً مرشد و مسترشد کے احوال ہیں- اسی سوچ کو اگر آگے بڑھایا جائے تو ان خصائص کا اطلاق دنیوی زندگی کے عمومی رویوں پر بھی کیا جا سکتا ہے-

(۲) اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعض دینی رہنما اور صوفیاء کیوں مشہور ہوتے ہیں اور ان سے لوگوں کو بہت فیض پہنچتا ہے اور اس کے برعکس بعض گمنام کیوں ہوتے ہیں-

(۳) اگر یہ تفصیلات ذہن میں ہوں تو ایک ذہین آدمی خود اپنی شخصیت کے ٹائپ کو سمجھ سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر اپنے رویے، طرز عمل اور استعدادوں کا نہ صرف صحیح تجزیہ کر سکتا ہے بلکہ اس بنیاد پر اپنی اصلاح بھی کر سکتا ہے، اپنے لئے موزوں مرشد بھی ڈھونڈ سکتا ہے اور مستقبل کے لئے موزوں لائحہ عمل بھی تجویز کر سکتا ہے-

(۴) اگر کوئی صوفی / مرشد / ماہر نفس شخصیات کی ان اقسام کو سمجھ لے تو اسے اپنے مسترشدین، موکلین کی رہنمائی کرنے میں انتہائی سہولت ہو جائے گی- وہ سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکے گا بلکہ ہر شخص کی استعدادات کو سمجھ کر انفرادی انداز میں ان کی رہنمائی کرے گا کیونکہ اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہر آدمی منفرد صلاحیتیں اور شخصیت رکھتا ہے اور یہ کہ اصلاح کے عمل کو بالکل (Generalize) نہیں کیا جا سکتا-

(۵) اس کی بنیاد پر بڑی حد تک کسی شخص کے متوقع رد عمل کی پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کیونکہ کسی کے کردار اور رویے کو دیکھ کر اگر یہ طے کر لیا جائے کہ وہ اہل تجاذب میں سے ہے یا اہل اصطلاح میں سے اور اس میں ملکیت اور بہیمیت شدید ہے یا ضعیف تو پھر مخصوص حالات میں اس کے رد عمل کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا۔

انسانی اعمال کی اساس 'خیالات (۳۴)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کی بنیاد اور ان کے وجود میں آنے کا حقیقی محرک اس کے خیالات ہوتے ہیں جنہیں وہ خواطر کہتے ہیں۔ یہ خواطر کیوں کر پیدا ہوتے ہیں؟ اس بارے میں شاہ صاحب نے پانچ اسباب کا ذکر کیا ہے:

اولاً: انسانی جبلت اور فطرت جو جیسی بھی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور جس میں کوئی بنیادی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ دوم: انسان کا مزاج طبعی جس میں ماحول کی وجہ سے تغیر پیدا ہوسکتا ہے۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے اخلاق میں' گوشت خور اور سبزی خور قوموں کے رویوں میں اور سرد اور گرم ملکوں کے لوگوں کی عادات میں جو فرق ہوتا ہے وہ اسی کا پرتو ہے۔ سوم: عادات ومالوفات یعنی جو عمل کوئی شخص کثرت کے ساتھ بار بار کرتا ہے تو اس سے اس کے اندر ایک ملکہ راسخہ پیدا ہوتا ہے جو اس عمل کے مناسب حال ہوتا ہے چنانچہ اس کے خیالات اور خواطر کا بھی ادھر ہی میلان رہتا ہے۔ چہارم: القاء رحمانی' نفس ناطقہ جب بہیمیت سے آزاد ہوتا ہے تو وہ اپنی استعداد کے مطابق ملاء اعلیٰ سے کوئی ہیئت نورانیہ اخذ کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جس سے کسی عمل کے کرنے کا عزم مصمم اس سے ظہور میں آتا ہے۔ پنجم: القاء شیطانی یعنی بعض نفوس شیاطین کا اثر قبول کر لیتے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ ان آخری دو نکات کو آج کی زبان میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ملائکہ جو خیر ونیکی اور اللہ کی اطاعت کا مظہر ہیں اور شیاطین جو شر وبدی اور اللہ کی نافرمانی کا مظہر ہیں گویا ان دونوں فریقوں کے پاس اپنا اپنا براڈ کاسٹنگ سٹیشن ہے جس سے اول الذکر نیکی کی اور ثانی الذکر بدی کی لہریں جاری کر رہا ہے۔ اب جو نفوس ملکی رجحان رکھتے ہیں وہ نیکی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور جو نفوس بدی اور شر کا رجحان رکھتے ہیں وہ بدی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ پھر جس طرح کے خیالات ہوتے ہیں' اسی طرح کے ارادے بنتے ہیں اور جس طرح کے ارادے ہوتے ہیں اسی طرح کے اعمال

وجود میں آتے ہیں۔

تکرار اعمال کے اثرات(۳۵)

"انسان جب ایک کام کوبار بار کرتا ہے تو وہ نفس کی عادت بن جاتی ہے پھر وہ اسے آسانی سے کر سکتا ہے۔اب اسے ان کاموں کے کرنے میں کسی سوچ بچار اور محنت اور تکلف کی ضرورت نہیں رہتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کا نفس ان کاموں کا اثر لے لیتا ہے اور ان کا رنگ قبول کر لیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان بہت سے کاموں کے مجموعے سے جو اثر لیتا ہے اس (اثر) میں ان میں سے ایک ایک جنس کے ایک ایک کام کا اثر موجود ہوتا ہے چاہے ایک حرکت کا اثر کتنا بھی باریک یا ہلکا کیوں نہ ہو اور ظاہر میں نظر نہ آتا ہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب ایک دفعہ ایک کام کرتا ہے تو اس کے ذہن میں اس کام کے نتیجے کے طور پر ایک نقطہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نقطہ بہت ہی باریک ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا لیکن جب انسان وہی کام بار بار کرتا ہے تو نقطہ اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر انسان کے لئے اس کام کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین پر بیل گاڑی کے گزرنے سے ایک نشان پڑ جاتا ہے جب گاڑی بار بار اس راہ سے گزرتی ہے تو گہرا راستہ بن جاتا ہے اس کے بعد ان لکیروں پر چلنا اس گاڑی کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔"

اعمال، نفسی حالتوں کے مظاہر ہیں(۳۶)

عام لوگ جب کبھی روحانی کیفیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کے اظہار کے لئے اس عمل ہی کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق اس نفسی کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ عمل اور نفسی حالت کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ ساری نوع انسانی اسے محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر خطے میں اور ہر ایک قوم میں نفسی کیفیتوں کو عملوں ہی کے ذریعے سے ظاہر کیا جاتا ہے اور دونوں کو ایک ہی بتایا جاتا ہے۔اس میں انسانیت کا کوئی طبقہ ایک دوسرے سے اختلاف نہیں رکھتا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ چیز نوع انسانی کا فطری خاصہ ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسانی خیال ایک کام کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔اور انسان کی روحانی قوتیں اس خیال کے پیچھے چلنے لگتی ہیں تو وہ خیال خوشی محسوس کرتا ہے اور پھیل جاتا ہے اور اگر روحانی قوتیں رک جائیں اور اس خیال سے مل کر کام نہ کریں تو وہ خیال کمزور ہو جاتا ہے گویا انسان کی روحانی کیفیت کی مدد سے انسان کا عملی ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔اس کے بعد انسان جب وہ کام کر لیتا

ہے تو اس خیال کا منبع (خواہ ملکیت ہو یا بہیمیت) زیادہ قوت حاصل کر لیتا ہے اور اس منبع کا مخالف منبع کمزور ہو جاتا ہے- یعنی اگر اس کام کے کرنے سے ملکیت کو قوت پہنچتی ہے تو بہیمیت کو نقصان پہنچتا ہے- چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے نفس میں تمنا اور خواہش پیدا ہوتی ہے پھر اس کے اعضاء اسے عمل میں لا کر اس کی تصدیق کر دیتے ہیں اسے عمل میں نہ لا کر اسے جھٹلا دیتے ہیں-

اخلاق، اعمال ہی کا پر تو ہیں (۳۷)

ہم عام بول چال میں انسان کے اخلاق کے ظاہر کرنے کے لئے اس کے چند کاموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اخلاق کو ان کاموں سے ظاہر کرتے ہیں- اس طرح وہ عمل اور کام اس خاص خلق کے پہچاننے اور ظاہر کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں مثلاً: کوئی شخص کسی انسان کی نسبت یہ کہنا چاہے کہ وہ بہادر ہے تو وہ بہادری کو یوں ظاہر کرے گا کہ وہ شخص سختیاں سہہ لیتا ہے، اگر کسی کی سخاوت اور دریا دلی ظاہر کرنی ہو تو کہا جائے گا کہ وہ یوں روپیہ خرچ کرتا ہے-

اب اگر کوئی شخص اپنے اندر کوئی ایسا خلق پیدا کرنا چاہے جو پہلے سے اس کے اندر نہیں ہے تو اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ وہ ایسے کام کرے جو وہ خلق ظاہر کرتا ہے اور وہ خاص کام توجہ اور کوشش کے ساتھ کرے جو اس خلق کے متعلق ہیں اور ویسے کام کرنے والے بڑے بڑے لوگوں کے کاموں کو یاد کرے- پھر عمل ہی ایسی چیز ہے جس کے کرنے کے وقت مقرر کئے جا سکتے ہیں- یہی نظر آنے والی باتیں ہیں، انہی پر غور ہو سکتا ہے، انہی کی پیروی کی جا سکتی ہے- یہی وہ باتیں ہیں جنہیں انسان اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے اس لئے یہی ایک چیز ہے جس پر قانون کا نفاذ ہو سکتا ہے خواہ وہ قانون انعام دینے سے متعلق ہو یا سزا دینے سے-

تصوّرِ سعادت (۳۸)

سعادت (Happiness) انسان کے نفسی قویٰ کے ہم آہنگ تفاعل سے وابستہ ہے- تفاعل کی یہ صورت ایک مثالی حالت ہے جو تکمیل کی جانب لے جا سکتی ہے- شاہ ولی اللہ محرکات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں- ان کے خیال میں خارجی کردار کے مثبت یا منفی ہونے کا تعین کردار کے نفسی منابع سے وابستہ ہے- زندگی مقصدیت سے معمور ہے- یہ مقصدیت سعادت کے حصول کی جدوجہد پر مبنی ہے- سعادت ذہن و جسم کی ہم آہنگی سے وابستہ ہے- سعادت نہ ہی خالصتاً مادی نوعیت کی ہے اور نہ

ہی محض ذہنی نوعیت کی- کیونکہ انسان ذہن و جسم کے ایک نامیاتی کل کی حیثیت رکھتے ہیں-اسی نفسی وحدت اور ارتباط کے لئے شریعت ایک تدریجی اور مسلسل عمل ہے-

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ سعادت کا حصول انسان کے لئے سب سے اہم ہے اور وہ تہذیب نفس اور قوت بہیمیہ کو قوت ملکیہ کے تابع بنانے سے حاصل ہوتی ہے-شاہ صاحب کے نزدیک سعادت کے اصل اصول چار ہیں جن کے لئے انبیاء کی بعثت ہوئی اور ان کی تفصیل شرائع سماوی ہیں- یہ در حقیقت ادیان و شرائع کے بنیادی شعبوں کے جامع عنوانات اور مقاصد بعثت کی تکمیل کے موثر ذرائع ہیں-اولاً : طہارت (جسمانی پاکیزگی جو انسان کو توجہ الی اللہ و تعلیق باللہ کے لئے تیار کردیتی ہے)- ثانیاً : اخبات الی اللہ تعالیٰ (انابت و توجہ الی اللہ اور عجز و تواضع)- ثالثاً : سماحت' مکارم اخلاق و معالی امور- رابعاً : عدالت (ایسا نفسانی ملکہ جس کے افعال کی وجہ سے ملک و قوم کا انتظام بسہولت قائم ہو جاتا ہے)-

اس طرح شاہ صاحب نے انسان کی شخصیت کی تکمیل' تعلق مع اللہ کی تحصیل اور ایک صحت مند اور متعاون معاشرہ کی تشکیل کی بنیادوں پر روشنی ڈالی ہے' جو شریعت آسمانی اور بعثت انبیاء کے مقاصد میں سے ہے- شاہ صاحب نے ان خصال اربعہ کے اکتساب کا طریقہ بھی بتایا ہے اور ان کے حجابات کا بھی ذکر کیا ہے' مثلاً (۱) حجاب الطبع (بشری و نفسانی تقاضوں کا غلبہ) (۲) حجاب الرسم (خارجی حالات و ماحول کا مضر اثر) (۳) حجاب سوء المعرفۃ (غلط تعلیم و تربیت اور پھیلے ہوئے فاسد عقائد کا اثر) اور پھر ان کے رفع کرنے کے طریقے بھی بتائے ہیں-(۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆

مراجع

۱- شاہ ولی اللہ التفہیمات الالٰہیہ، ص ۱۵۴ بجنور، ۱۳۵۵ھ

۲- شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین (اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری) ص ۴۰۴، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۷۸ء

۳- حافظ رحیم بخش، حیات ولی ص ۴۹۳، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۹۵۵ء

۴- بشیر الدین، واقعات دار الحکومت دہلی در الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۷۸، طبع دوم بریلی ۱۹۴۱ء

۵- دیکھئے مثلاً: حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول کا تتمہ۔

۶- المقالہ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ (وصیت نمبر ۶)

۷- شاہ صاحب کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء خاص اس موضوع پر ہے۔

۸- دیکھئے التفہیمات الالٰہیہ اور حجۃ اللہ البالغہ (جلد اول، بحث سوم) میں ارتفاقات کی بحثیں۔

۹- خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۴۲، و ۸۳ و مابعد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۷۸ء

۱۰- حافظ محمد رحیم بخش، حیات ولی، ص ۵۴۲، و مابعد۔

۱۱- شاہ صاحب کے تفصیلی حالات زندگی کے لئے مندرجہ بالا کے علاوہ دیکھئے:

۱- مولانا مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ در الفرقان، ص ۱۱۳، تا ۲۴۵، (اب یہ الگ کتابی صورت میں بھی طبع ہو چکا ہے)۔

۲- ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۴ء

۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، بذیل ولی اللہ (شاہ) دہلوی

۴- رحمان علی، تذکرہ علماء ھند، طبع نول کشور۔

۵- ابو یحیی امام خاں، تراجم علماء اہل حدیث ھند، دہلی ۱۳۵۶ء

۶- الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر۔

۱۲- شاہ ولی اللہ 'حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ مولانا عبدالرحیم) ج ۲ ص ۴۱۳ 'قومی کتب خانہ' لاہور '۱۹۸۳ء

۱۳- شاہ ولی اللہ 'البدور البازغہ 'ص ۲۲ 'مجلس علمی ڈھابیل '۱۳۵۴ھ

۱۴- شاہ ولی اللہ 'حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۴۱۵

۱۵- شاہ والی اللہ 'حجۃ اللہ البالغہ 'ص ۳۳-۳۸

۱۶- شاہ ولی اللہ 'حجۃ اللہ البالغہ 'ص ۴۴

۱۷- الرعد ۱۳ : ۴

۱۸- الملک ۶۷ : ۱۰

۱۹- رواہ الطبرانی فی الاوسط وسندہ ضعیف-

۲۰- البانی 'سلسلہ الاحادیث الضعیفہ 'المکتب اسلامی 'دمشق-

۲۱- ابو نعیم 'حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۸ 'طبع الخانجی و معجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۳۴ 'طبع عراق-

۲۲- الانفال ۸ : ۲۴

۲۳- ق ۵۰ : ۲۴

۲۴- امام احمد بن حنبل 'مسند' ج ۴ ص ۴۰۸ 'المکتب الاسلامی و سنن ابن ماجہ در مقدمہ-

۲۵- بخاری 'کتاب القدر و ابو داؤد کتاب النکاح-

۲۶- حجۃ اللہ البالغہ 'ج ۲ ص ۴۱۵ ومابعد-

۲۷- حجۃ اللہ البالغہ ' ج ۲ ص ۴۱۷ ومابعد

۲۸- حجۃ اللہ البالغہ ' ج ۲ ص ۴۱۹ ومابعد

۲۹- حجۃ اللہ البالغہ ' ج ۲ ص ۴۲۳ ومابعد

۳۰- حجۃ اللہ البالغہ ' ج ۱ ص ۸۴ ومابعد

۳۱- البدور البازغہ 'ص ۲۹ 'حجۃ اللہ البالغہ ' ج ۱ ص ۲۱۵ ومابعد

۳۲- حجۃ اللہ البالغہ 'ج ۱ ص ۲۲۸-

۳۳- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۲۱۶

۳۴- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۲۲۰

۳۵- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۲۲۳

۳۶- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۲۲۷

۳۷- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۲۲۹

۳۸- حجۃ اللہ البالغہ' ج ۱ ص ۳۱۱ ومابعد

۳۹- مذکورہ بالا کے علاوہ شاہ ولی کی نفسیاتی فکر کے تفصیلی مطالعہ کے لئے دیکھئے :

۱- شاہ ولی اللہ 'سطعات' شاہ ولی اللہ اکیڈمی' حیدر آباد' ۱۹۶۴ء-

۲- شاہ ولی اللہ' التفہیمات الالھیہ' بجنور' ۱۳۵۵ء

۳- شاہ ولی اللہ 'الطاف القدس' مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ' ۱۹۶۴ء

۴- شاہ ولی اللہ 'ہمعات' شاہ ولی اللہ اکیڈمی' حیدر آباد' ۱۹۶۴ء-

۵- مولانا عبیداللہ سندھی' شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ' سندھ ساگر اکادمی' لاہور ۱۹۷۳ء

۶- پروفیسر محمد سرور' ارمغان شاہ ولی اللہ' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور-

۷- غلام حسین جلبانی' شاہ ولی اللہ کی تعلیم' شاہ ولی اللہ اکیڈمی' حیدر آباد' ۱۹۶۳ء-

۸- ۸- شمس الدین محسنی' شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے' سندھ ساگر اکادمی' لاہور ۱۹۶۸ء-

۹- ۹- ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک' شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعیات (مقالہ پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی' شعبہ فلسفہ)

۱۰- علی اکبر منصور' مسلم نفسیات' گورا پبلشرز لاہور ۱۹۹۵ء

۱۱- ڈاکٹر اظہر علی رضوی ودیگر' مسلم نفسیات کے خدوخال' اردو سائنس بورڈ' ۱۹۹۷ء

12. A.J. Halepota, Philosophy of Shah Wali Ullah, Sind Sagar Academy, Lahore.

13. Sayyed Athar Abbas Rizvi, Shah Wali Ullah and His Times, Marifat Publishing House, Australia, 1980.

14. Dr. Syed Azhar Ali Rizvi, Muslim Tradi- tioin in Psychotherapy and Modern Trends, Instt, of Islamic Culture, Lahore. 1989.

☆☆☆☆☆☆☆